# استدراک بر مقدمہ شرح حمیات قانون

## تالیف حکیم شریف خاں دہلوی

از جناب سید محبوب صاحب رضوی

پچھلے دنوں دہلی سے حکیم رضوان احمد صاحب نے ہندوستان کے مجدد طب حکیم شریف خاں دہلوی کی حمیات قانون پر فارسی شرح شائع کی تھی، اس شرح پر لاہور کے مشہور مضمون نگار حکیم سید علی احمد صاحب نیر واسطی نے ایک مبسوط مقدمہ لکھا ہے، جس میں شارح کے سوانح حیات بسط و تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں، مقدمہ میں راقم السطور کے نزدیک بعض واقعات تاریخی نقطۂ نظر سے محل تنقیح و تحقیق ہیں، یہاں پر یہ عرض کر دینا نامناسب نہ ہوگا کہ اگر یہ مقدمہ کسی تاجر کی جانب سے شائع ہوتا تو کچھ زیادہ قابلِ اعتنا نہ تھا مگر چونکہ اس کی اشاعت ایک علمی ادارہ اور نہایت ذمہ دار ہاتھوں کے ذریعہ عمل میں آئی ہے اس لئے ضروری ہے کہ اس پر تاریخ کی تحقیقی روشنی میں ایک ناقدانہ نظر ڈال لی جائے۔ اس سلسلہ میں ذیل کے اقتباسات لائق بحث و نظر ہیں۔

"علی گیلانی دربارِ اکبری کے بڑے بلند پایہ طبیب تھے، اس دربار میں آپ کو بڑا منصب حاصل تھا، چنانچہ آٹھ ہزار دو سو روپیہ ماہوار تنخواہ مقرر تھی، جب آپ کا انتقال ہوا تو اکبر بنفس نفیس آپ کی قبر پر فاتحہ پڑھنے گیا اور آپ کے غم میں فیضی نے مرثیہ لکھا اور عرفی نے قصائد تحریر کئے۔"[1]

"اس شرح کے علاوہ حکیم علی گیلانی نے اپنے مجربات کا ایک مجموعہ بھی مرتب کیا ہے جس کا ایک نسخہ پنجاب یونیورسٹی کے کتب خانہ میں موجود ہے۔"[2]

"ہمایوں کے عہد میں یہ خاندان (خاندان شریفی) حیدرآباد سے واپس آکر دوبارہ آگرہ میں

---

[1] تحت المتن ص ۱۰۔ [2] ایضاً

اقامت گزیں ہوا اور یہاں آگرہ میں اس خاندان کے نہایت بلند پایہ اکابر علم وفضل مثلاً ملا علی قاری اور ملا علی داؤد وغیرہ گزرے اور ملا علی قاری کو ان اکابر میں خاص عظمت و جلالت حاصل ہوئی جن کی علمی و مذہبی تصانیف آج بھی دنیائے علم سے خراجِ تحسین وصول کر رہی ہیں۔" ۵۱

"ضلع بجنور ہندوستان میں ہمیشہ سے ایک نہایت ممتاز مردم خیز خطہ رہا ہے اس کی خاک سی (یا شہر ضلع بجنور) میں ابوالفضل اور فیضی جیسے دماغ پیدا ہوئے ہیں۔" ۵۲

اب متذکرہ صدر اقتباسات کے متعلق مندرجہ ذیل تاریخی مستند معلومات ملاحظہ فرمائیے۔

(۱) علی گیلانی کا انتقال کیا عہدِ اکبری کا واقعہ ہے؟ اس سوال کے جواب کے لئے بڑی تحقیقی کاوش کی ضرورت ہے، اتفاق سے اس کے انتقال کا ذکر اس کے عہد کے سب سے زیادہ مستند ماخذ توزک جہانگیری میں مل جاتا ہے، خود جہانگیر چوتھے سن جلوس کی چند تمہیدی سطور لکھکر لکھتا ہے۔

"جمعہ کو پانچویں تاریخ محرم ایک ہزار اٹھارہ میں حکیم علی نے وفات پائی، حکیم بے نظیر تھا علومِ عربیہ کا خوب واقف، میرے والد کے عہد میں قانون کی شرح بہت عمدہ اس نے لکھی، مطلب اس کا علم سے بھی زیادہ تھا جیسے صورت اس کی سیرت سے عمدہ تھی۔" ۵۳

جہانگیر کے اس بیان سے جس میں ذرا بھی شبہ کی گنجائش نہیں ہے، علی گیلانی کا انتقال عہدِ اکبری کا نہیں بلکہ عہدِ جہانگیری سنہ ۱۰۱۸ھ کا واقعہ ٹھیرتا ہے۔ نیز دوسرے مورخین کے بیانات سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے، اس کے انتقال پر فیضی کا مرثیہ لکھنا اور عرفی کا قصائد تحریر کرنا "چہ خوش گفت ست سعدی در زلیخا" (الخ) کا مصداق ہے۔ کیونکہ فیضی کا انتقال تمام مورخین کے نزدیک متفقہ طور پر عہدِ اکبری سنہ ۱۰۰۴ھ کا واقعہ ہے۔ غلام علی آزاد بلگرامی فیضی کے حالات میں لکھتے ہیں:۔

"دہم ماہ صفر سنہ ۱۰۰۴ھ ما سبب تہی کرد" ۵۴

---

۵۱ تحت المتن ص ۱۳۔ ۵۲ ایضاً ص ۳۲۔ ۵۳ توزک جہانگیری ص ۶۴۔ مجھے افسوس ہے کہ توزک جہانگیری کا اصل فارسی نسخہ اس وقت موجود نہیں ہے۔ یہ عبارت ترجمہ کی ہے جو سید احمد علی رامپوری کا کیا ہوا ہے اور مطبع نظامی کانپور میں چھپا ہے (س۔م) ۵۴ مآثر الکرام ج ۱ ص ۱۹۹۔

رہا عرفی کا علی گیلانی کی شان میں قصائد لکھنا سو عرفی کا انتقال فیضی سے بھی پانچ سال قبل ۹۹۹ھ میں ہو چکا تھا۔ نیز اس کے قصائد کا مجموعہ چھپا ہوا موجود ہے، راقم السطور کو کوشش کے باوجود اس میں کوئی قصیدہ علی گیلانی کی شان میں نظر نہیں آیا۔ اس کے علاوہ وفات پر قصائد لکھنا بھی خود محلِ نظر ہے میرے نزدیک مصنف کو یہ مغالطہ غالباً حکیم ابوالفتح گیلانی کے نام سے ہوا ہے جس کی مدح میں عرفی کے متعدد قصائد ملتے ہیں۔ حکیم موصوف کا انتقال ۹۹۷ھ کا واقعہ ہے۔

۲۔ مجربات علی گیلانی کے بارے میں مقدمہ نگار نے مطبوع و غیر مطبوع ہونے کی گو صاف تصریح نہیں کی۔ تاہم عبارت کے انداز سے صاف طور پر مفہوم یہی ہوتا ہے کہ غیر مطبوع ہونے کے ساتھ ساتھ یہ نسخہ نایاب اور نادر الوجود ہے۔ درانحالیکہ متعدد کتب خانوں میں اس کے مطبوعہ نسخے پائے جاتے ہیں، چنانچہ دار العلوم دیوبند کے کتب خانہ میں مجربات علی گیلانی کے دو مختلف مطابع کے چھپے ہوئے نسخے نمبر ۱۰۱۲، اور نمبر ۲۲۴۴ پر علی الترتیب موجود ہیں، پہلے نسخہ کے ٹائیٹل پر دہلی کے ایک قدیم مطبع کا نام صرف دہلی پریس لکھا ہوا ہے اور دوسرے نسخے پر "در مطبع حنفی دہلی طبع شد" تحریر ہے، کتبخانہ آصفیہ حیدر آباد دکن کی مطبوعہ فہرست جلد دوم میں نشان ۲۲ نمبر ۵۵۲ پر مجربات علی گیلانی کا مطبوع ہونا لکھا گیا ہے۔ مجربات علی گیلانی کا نسخہ ۶۹ صفحات کا ایک مختصر سا مجموعہ ہے۔

۳۔ تیسری عجیب تر بات عالمِ اسلامی کے مشہور ترین عالم ملا علی القاری کا ہندی نژاد ہونا اور آگرہ میں پیدا ہونا بتلایا گیا ہے۔ حالانکہ وہ ملا علی قاری جس کی علمی اور مذہبی تصانیف آج بھی دنیائے علم سے خراجِ تحسین وصول کر رہی ہیں۔ اس کو ہندوستان سے کیا تعلق؟ ہر وہ شخص جو براہِ راست عربی تصانیف کا مطالعہ کر سکتا ہے جانتا ہے کہ ملا علی قاری کی پیدائش ہرات میں ہوئی وہیں پرورش پائی اور ۱۰۱۴ھ میں مکہ مکرمہ میں انتقال ہوا۔ چنانچہ خلاصۃ الاثر فی اعیان القرن الحادی عشر جو گیارہویں صدی ہجری کے علماء کے حالات میں ہے اس میں ہے۔

| | |
|---|---|
| علی بن محمد سلطان الہروی المعروف بالقاری الحنفی نزیل مکۃ واحد | علی بن محمد سلطان الہروی المشہور بالقاری نزیل مکہ۔ اپنے زمانہ کے زبردست، مشہور |

| | |
|---|---|
| صدر العلم فرد عصرہ الباھر السمت | اور یکتا عالم تھے تحقیق و تنقیح علوم میں اپنے |
| فی التحقیق و تنقیح العبارات وشھرۃ | حسن کمالات کے سبب جو محتاج بیان نہیں |
| کافیۃ عن الاطراء فی وصفہ ولد | بڑی شہرت حاصل تھی، ہرات میں پیدا ہوئے |
| بھراۃ ورحل الی مکۃ [۵۱] | اور مکہ مکرمہ میں توطن اختیار کیا۔ |

مولانا عبدالحی لکھنویؒ نے بھی الفوائد البہیۃ فی تراجم الحنفیہ میں ملا علی قاری کے حالات میں تقریباً یہی الفاظ نقل کئے ہیں۔ [۵۲]

۴۔ جہاں تک تاریخ کی روشنی کا تعلق ہے کوئی ایسی تصریح نہیں ملتی جس سے یہ پتہ چل سکے کہ ابو الفضل اور فیضی یاشٹر (ضلع بجنور) میں پیدا ہوئے، ابو الفضل نے آئین اکبری کے آخر میں تفصیل کے ساتھ اپنے خاندان کے حالات لکھے ہیں جس میں شیخ مبارک کا آگرہ میں دریائے جمنا کے کنارے سکونت اختیار کرنا اور ایک قریشی خاندان میں شادی کرنا بیان کیا ہے۔ پھر آگے چل کر اپنی اور اپنے بھائیوں کی پیدائش کو بقید سن لکھا، اگرچہ ہر ایک نام کے ساتھ مقام ولادت کی تصریح نہیں کی تاہم جہاں تک ابو الفضل کی تحریر سے مترشح اور معلوم ہوتا ہے کہا جا سکتا ہے کہ یہ سب کچھ آگرہ ہی میں وقوع پذیر ہوا، ابو الفضل کی تحریر میں قیام آگرہ کی تصریح (۹۵۰ھ) کے بعد کسی ایسے مقام کا ذکر نہیں ملتا جس میں شیخ مبارک کا قیام رہا ہو یا اس کے بیٹوں کی وہاں ولادت ہوئی ہو۔

ملا عبدالقادر بدایونی نے جو معاصر مورخ ہے منتخب التواریخ میں فیضی کے حالات لکھے ہیں ان سے بھی ایسا ہی معلوم ہوتا ہے جیسا کہ ابو الفضل کے بیان سے۔ البتہ میر غلام علی آزاد بلگرامی نے سبحۃ المرجان اور ماثر الکرام میں فیضی کے حالات میں تصریح کی ہے کہ آگرہ میں پیدا ہوئے چنانچہ لکھتے ہیں

"پنجم شعبان ۹۵۴ھ در آگرہ بوجود آمد" [۵۳]

وفات اور مدفن کے بارے میں لکھا ہے۔

---

[۵۱] ج ۳ ص ۱۸۵۔ [۵۲] ملاحظہ ہو الفوائد البہیۃ حاشیہ ص ۱۰۔ [۵۳] ماثر الکرام ص ۱۹۸۔

"دہم ماہ صفر ۱۰۰۴ھ قالب تہی کرد و نزد پدر خود مدفون گردید (ص ۱۹۹) وفاتش شیخ مبارک ۱۷ ذیقعدہ ۱۰۰۱ھ خواب گاہ آگرہ" (ماثر الکرام ص ۱۹۸ و سبحۃ المرجان ص ۴۵ و ۶۶) -

مولانا شبلیؒ کی تحقیق بھی یہ ہی ہے چنانچہ فیضی کے حالات میں لکھتے ہیں -

شیخ مبارک ناگور سے گجرات اور گجرات سے آگرہ میں آئے۔ جمنا کے کنارے میر رفیع الدین حسینی کے ہمسایہ میں قیام اختیار کیا اور یہیں ایک معزز خاندان میں شادی کی۔ خدا نے کثرت سے اولاد دی۔ جن میں سب سے پہلا فیضی تھا جو ۹۵۴ھ میں پیدا ہوا (شعر العجم ج ۳ ص ۳)

آخر میں یہ عرض کردینا ضروری ہے کہ اس استدراک سے کوئی ذاتی غرض و غایت مقصود نہیں ہے مقصود صرف واقعات کی تنقیح و تصحیح ہے! -

---


# فیض الباری (مطبوعہ مصر)

فیض الباری نہ صرف ہندوستان بلکہ دنیائے اسلام کی مشہور ترین اور مایۂ ناز کتاب ہے شیخ الاسلام حضرت علامہ سید محمد انور شاہ صاحب قدس سرہ جو اس صدی کے سب سے بڑے محدث سمجھے گئے ہیں فیض الباری آپ کی سب سے زیادہ عظیم الشان علمی یادگار ہے جسے چار ضخیم جلدوں میں دل آویزی و دلکشی کی تمام خصوصیتوں کے ساتھ مصر میں بڑے اہتمام سے طبع کرایا گیا ہے۔

فیض الباری کی حیثیت علامہ مرحوم کے درس بخاری شریف کے امالی کی ہے جس کو آپ کے تلمیذ خاص مولانا محمد بدر عالم صاحب رفیق ندوۃ المصنفین دہلی نے بڑی قابلیت، دیدہ ریزی اور جانکاہی سے مرتب فرمایا ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ کی تقریروں کے علاوہ فاضل مولف نے جگہ جگہ تشریحی نوٹوں کا اضافہ کیا ہے جس سے کتاب کی افادی حیثیت کہیں سے کہیں پہنچ گئی ہے۔

مکمل چار جلدوں کی قیمت صرف سولہ روپے۔

مینجر مکتبہ برہان دہلی۔ قرول باغ